پروفیسر فتح محمد ملک

# خطبۂ الہ آباد۔۔۔۔ایک نئی تشکیل

اقبال نے یہ خواب دیکھا تھا کہ اسلامیان ہند کی مجوزہ آزاد اور خود مختار مملکت میں اسلام کو ملوکیت کی زنجیروں سے آزاد کر دیا جائے گا' دنیائے اسلام کا انجماد ٹوٹے گا اور یوں اسلام کی حرکی اور انقلابی روح بیدار اور سرگرم کار ہو سکے گی لیکن نہ تو ہم اس حقیقی اسلام کی بازیافت کر پائے ہیں اور نہ ہی اسلام کے قانون' تعلیم اور کلچر کو تحریک دے کر اسلام کی حقیقی روح کو روح عصر سے ہم آہنگ کر پائے ہیں۔ ہماری اس غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ آج وطن عزیز مذہبی اور فرقہ وارانہ تشدد کی گرفت میں پڑا سسکتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ گزشتہ نصف صدی ہماری قومی زندگی میں فکر اقبال سے انحراف کی صدی ہے۔ انحراف سے اثبات کی جانب ہمارا سفر ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہ آباد سے شروع ہوا۔ اس لیے کہ ہماری سیاسی اور فکری تاریخ کی اس اہم ترین دستاویز ہی سے پاکستان کا تصور پھوٹا تھا۔

## تاریخی پس منظر

ہر چند تصور پاکستان کی جڑیں اسلامی ہند کی تاریخ میں دور' بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں تاہم اگر اپنی آسانی کی خاطر ہم کل ہند مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۹۳۰ء سے صرف دس سال پہلے کی سیاسی اور تہذیبی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمارے لیے اقبال کے خطبۂ الہ آباد کے فوری محرکات کو سمجھنے میں آسانی بھی پیدا ہو جائے گی اور خطبہ کے بے مثال قبول عام کا راز پانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ اقبال نے اپنے اس خطبہ کے ابتدائی حصے میں ایک ایسی بات کہہ رکھی ہے جس کی جانب اب تک توجہ نہیں دی گئی۔ انہوں نے کل ہند مسلم لیگ کے کارپردازوں کا شکریہ ادا کرتے وقت کہا تھا:۔

"To address this session of the All-India Muslim league you have selected a man who is not despaired of Islam as a living force for freeing the outlook of man from its

Scanned by CamScanner

geographical limitations, who believes that religion is a power of the utmost importance in the life of individuals as well as States, and finally who believes that Islam is itself a Destiny and will not suffer a destiny. Such a man cannot but look at matters from his own point of view." (P.165)

یعنی وہ ایک ایسے شخص ہیں جو اسلام سے مایوس نہیں ہیں ان کا یہ کہنا اپنے اندر یہ مفہوم بھی رکھتا ہے کہ ہندوستان میں بعض مسلمان قائدین اسلام کے مقدر سے مایوس تھے۔ یہ ایک تاریخی صداقت ہے۔ انگریز کے پروردہ موروثی سیاستدان تو انگریز ہی کی سنتے اور مانتے تھے اس لیے انھیں یہاں زیر بحث لانا کارلا حاصل ہے۔ میں یہاں صرف سیاسی پارٹیوں اور علمائے دین کی بات چھیڑوں گا۔ بیشتر سیاسی جماعتیں تو کانگریس کی حلیف تھیں ہی مگر وہ جو کانگریس پر ہندو اجارہ داری اور سرمایہ داری سے خائف بظاہر سوشلسٹ علماء تھے وہ بھی اسلام کے اجتماعی مسلک سے دور ہو چکے تھے۔ اقبال کا یہ اعلان کہ اسلام اپنا مقدر آپ ہے اور وہ اسلام کے اس مقدر سے مایوس نہیں ہیں اسلامیان ہند کی تاریک زندگی میں روشنی کی ایک کرن ثابت ہوا۔ اسلامی ہند کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک اقبال کے خطبۂ الہ آباد کی پذیرائی کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم عبدالحمید علوی کے مضمون میں دیے گئے اس اقتباس پر غور کریں:۔

"The decade of twenties is regarded by the historians as pace-setter for the events which followed in the thirties and forties on the political scene in India. The decade began with the demonstration of unprecedented harmony in the Hindu-Muslim relations but as it unfolded itself the harmony was replaced by conflict and conflagration. Soon the two communities stood wide-apart never to

Scanned by CamScanner

unite again. The rise of Hindu extremism under the banner of Mahasabah and Arya Smaj had come to stay. it questioned the newly established tradition of separate electorate for Muslims and their right to live and flourish within the folds of Islamic culture. Worst still the Indian National Congress, threatened by the ever increasing popularity of mahasabah among Hindu masses, was beginning to yield to the demands of extremist politics. By 1927 it had acquired many a stances of the Mahasabah, and a year later in the consitutional structure proposed by Pandit Moti Lal Nehru and adopted by Congress despite the strongest possible Muslim opposition, the views of Mahasabah about Muslim separatism were eminenty relfected. The round Table Conference of 1930 was of no solace to Muslims either; it too echoed the Motillal formula which had practically denied safeguards to the Muslim minority in the future consitutional structure of India."

یہاں اگر ۱۹۲۲ء میں بھڑک اٹھنے والی مالا بار کے مسلمانوں کی بغاوت کا تذکرہ بھی کر دیا جائے تو تصویر بڑی حد تک مکمل ہو جائے گی۔ برطانوی پولیس نے مالا بار میں خلافت تحریک کے ایک رہنما اور اس کی بیوی کو سر بازار کوڑے مار مار کر بے جان کر دیا۔ اس پر مالا بار کے مسلمان برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے تھانوں کو

Scanned by CamScanner

آگ لگا دی اور برطانوی افسر شاہی کو مار مار کر علاقے سے بھاگ اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ سلطنت برطانیہ کو اس علاقے میں اپنا اقتدار بحال کرنے میں ایک لمبے عرصے تک سر توڑ کوشش کرنا پڑی۔ جب انگریز اقتدار دوبارہ قائم ہوگیا تو ہندوؤں نے ''مالا بار کی خونی داستان'' کے سے کتابچوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہندوؤں پر تشدد کے جھوٹے واقعات بیان کر کے برطانوی حکومت کی خوشنودی حاصل کرنا چاہی۔ انڈین نیشنل کانگریس نے اپنے چند مسلمان اراکین پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیٹی قائم کی۔ اس کمیٹی نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی جانب سے دیے گئے الزامات سے بری الذمہ قرار دے دیا۔ کانگریس نے اس تحقیقاتی رپورٹ کو رد کر دیا اور یوں مالا بار سے مسلمانوں کو جلاوطن کر دینے کے برطانوی اقدامات کی تائید وحمایت کی پالیسی اپنائی۔ تقریباً سبھی مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ مالا بار کے مسلمانوں کی یہ بغاوت اور اس بغاوت کے ضمن میں اپنائی گئی کانگریسی پالیسی نے تحریک خلافت کے زمانے کے ہندو مسلم اتحاد کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔

اتحاد کے ختم ہونے کے بعد برطانوی حکومت کی مسلمان کش پالیسی کے باعث ہندوستان کے مسلمان انتہائی مایوسی اور فکری انتشار کی کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان کی سیاسی زندگی میں قیادت کا فقدان پیدا ہوگیا تھا۔ وہ ایک منتشر' بے یارومددگار اور بے سمت ہجوم بن کر رہ گئے تھے۔ ان کی ساری سیاسی جدوجہد غالب اور جارحیت پسند اکثریت سے آئینی تحفظات کی بھیک مانگنے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ اس تیرہ وتار فضا میں جب اقبال کی خودی میں سرشار آواز گونجی کہ ہندوستان کے مسلمان اقلیت نہیں بلکہ ایک الگ قوم ہیں تو عوامی سطح پر تاریکیاں چھٹ سی گئیں۔

## اقبال کا تصور پاکستان

پاکستان کا تصور اپنے قومی وجود سے محبت اور دوسروں کے قومی وجود کے احترام سے عبارت ہے۔ ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہ آباد میں اقبال نے بڑے دوٹوک انداز میں اس حقیقت کا انکشاف فرمایا تھا کہ برطانوی ہند ایک ملک نہیں بلکہ ایک برصغیر ہے۔ اس برصغیر کی جغرافیائی وحدت ایک سامراجی وحدت ہے جسے سلطنت برطانیہ کی سنگینوں کے زور پر اوپر سے مسلط کیا گیا ہے۔ برطانوی ہند ایک

ملک کا نام نہیں بلکہ کئی ممالک کے مجموعے کا نام ہے۔ اس میں سے ہر ملک میں ایک قوم آباد ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ اب برطانوی حکومت اپنا بوریا بستر سمیٹ کر واپس انگلستان جا براجے اور ہندوستان کی تمام قوموں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنے اپنے ماضی اور اپنی اپنی تاریخی اور تہذیبی روایات کے مطابق آزادی اور خودمختاری کی فضا میں زندگی بسر کر سکیں۔ برصغیر کی ان متعدد اقوام میں سے ایک قوم ہم ہندی مسلمانوں کی بھی ہے۔ ہم ہندی مسلمان جدید معنوں میں ایک قوم ہیں اور ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم اپنے لیے ایک الگ وطن کے قیام کا مطالبہ کریں۔ اس موقع پر اقبال نے ہندوؤں کو یہ یقین دہانی کرانی ضروری سمجھا تھا کہ :-

"Nor should the Hindus fear that the creation of autonomous Mulim States will mean the introduction of a kind of religious rule in such States. The truth is that Islam is not a church. It is a State conceived as a contractual organism long before Rousseau ever thought of such a thing and animated by an ethical ideal which regards man not as an earth-rooted creature, defined by this or that portion of the earth, but as a spiritual being understood in terms of a social mechanism and possessing rights and duties as a living in that mechanism."
(P-172)

اسلام کے وسیع النظر، صلح کل اور انسان دوست سیاسی و معاشرتی مسلک پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ :-

"A community which is inspired by feelings of ill-will towards other communities is low and ignoble. I entertain the highest respect for the customs, laws, religious and social institutions of other comunities. Nay, it is my duty according to the teaching of the Quran, even to defend their places of

Scanned by CamScanner

worship, if need be. yet I love the communal group which is the source of my life and behaviour and which has formed me what I am by giving me its religion, its literature, its thought, its culture and thereby recreating its whole past as a living operative factor in my persent consciousness. "(P-169)

ایک سچا مسلمان احترام آدمیت کے مسلک پر ہمہ وقت کاربند رہتا ہے۔ وہ ہر آن صفات خداوندی کو اپنی ذات میں جذب کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ذات میں ہر کسی پر، مذہب وملت کے اختلاف سے قطع نظر، صرف شفقت ومحبت کی نظر ہی ڈالتا ہے:۔

بندہ حق از خدا گیرد طریق
می شود بر کافر و مومن شفیق

ہر مذہب وملت کے وابستگان کے اس احترام کے باوجود اپنے دین، اپنی تاریخ اور اپنی تہذیب کے زندہ عناصر پر ہمیشہ ناز کرتا ہے۔ اسلامیانِ ہند ان زندہ عناصر کو اپنی شخصیت میں فعال اور سرگرمِ کار رکھنے کی خاطر اپنی اکثریت کے علاقوں میں آزاد اور خودمختار ریاستوں کے قیام کا مطالبہ کرتے ہیں۔ خطبہ الہ آباد کا غور سے مطالعہ کرنے والا کوئی بھی شخص اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قیامِ پاکستان کا مطالبہ نفرت کی بنیاد پر ہرگز نہیں بلکہ سراسر محبت کی بنیاد پر کیا گیا تھا۔

علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں قیامِ پاکستان کو ہندوستان اور اسلام ہر دو کے لیے باعثِ خیر وبرکت ٹھہرایا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان کے قیام سے ہندوستان میں اندرونی توازن اقتدار قائم ہوگا اور اس توازنِ اقتدار سے ہندوستان کے اندر امن قائم ہوگا اور ہندوستان کی سرحدیں محفوظ ہو جائیں گی۔ ساتھ ہی ساتھ اسلام کو یہ موقع نصیب ہوگا کہ وہ ملوکیت کی چھاپ سے خود کو پاک کر کے اپنی ابتدائی سادگی اور پاکیزگی کی بازیافت کر سکے گا۔ ملوکیت نے اسلامی قانون، اسلامی تعلیم اور اسلامی کلچر کو منجمد کر رکھا ہے۔ پاکستان اسلام کی ایک ایسی تجربہ گاہ بن سکے گا جہاں شہنشاہیت کے زیر اثر پیدا ہونے والا انجماد ٹوٹ جائے گا اور قانون، تعلیم اور کلچر کی دنیائیں حرکت وعمل سے آشنا ہوں گی۔ اس طرح پاکستان میں اسلام کی حقیقی روح کو ازسرِ نو دریافت کر کے روحِ عصر کے ساتھ ہم آہنگ کیا جا سکے گا:۔

Scanned by CamScanner

"I therefore demand the formation of a consolidated Muslim State in the best interest of India and Islam. For India it means security and peace resulting from an internal balance of power; for Islam an opportunity to rid iteself of the stamp that Arabian imperialism was forced to give it, to mobilize its law, its education, its culture, and to bring them into closer contact with its own original spirt and with the spirit of modern times. "P-173)

اقبال کا خواب یہ تھا کہ اسلامیانِ ہند کی مجوزہ آزاد اور خودمختار مملکت میں اسلام کی حرکی اور انقلابی روح بیدار اور سرگرمِ کار ہوسکے گی۔ اقبال نے تصورِ پاکستان پیش کرنے کے صرف ایک سال بعد کل ہند مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے وقت نوجوانوں کو مغرب کے استحصالی اقتصادی نظاموں کو رد کردینے کا درس دیتے وقت قرآن کی حکمت کی جانب یوں متوجہ کیا تھا:۔

"The faith which you represent recognises the worth of the individual, and disciplines him to give away his all to the service of God and man. Its possibilities are not yet exhausted. It can still create a new world where the social rank of man is not determined by his caste or colour, or the amount of dividend he earns, but by the kind of life he lives; where the poor tax the rich, where human society is founded not on the equality of stomachs but on the equality of spirits, where an Untouchable can marry the daughter of a king, where private ownership is a trust and where capital cannot be allowed to accumulate so as to dominate the real producer of wealth. This superb idealism of your faith, however, needs

Scanned by CamScanner

emancipation from the medieval fancies of theologians and legists." (P-213)

اپنی عہد آفریں شعری تخلیق "جاوید نامہ" میں بھی اقبال نے اشتراکیت اور سرمایہ داری ہر دو نظاموں کو "یزداں ناشناس اور آدم فریب" قرار دیتے ہوئے دنیائے انسانیت کو اسلام کی ابتدائی سادگی اور پاکیزگی کی جانب متوجہ کیا ہے۔ انہوں نے یہاں بھی اسلام کی حقیقی روح کو ازسرِ نو دریافت کرکے اپنے زمانے کی روح سے ہم آہنگ کرنے کا درس دیا ہے۔

اقبال ہم سے یہی چاہتے ہیں کہ ہم باہم برسرِ پیکار مذاہب فقہ کی بجائے حقیقی اسلام کی جانب رجوع کریں۔ آج وقت کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ ہم اجتہاد کی راہ اپنا کر اس انجماد کو توڑ دیں تاکہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی ہر آن آگے بڑھتے ہوئے وقت کے ساتھ قدم ملا کے چل سکے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج ہم فکرِ اقبال کو عملی جامہ پہنائیں تاکہ اسلام کی وسیع النظر اور انسان دوست روح ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کارفرما ہوسکے۔

## تصورِ پاکستان : اسلام یا سیکولرزم؟

آج کل ہماری قومی زندگی میں اس سوال پر بحث کا بازار گرم ہے کہ کیا پاکستان کا تصور ایک اسلامی مملکت کا تصور تھا یا ایک سیکولر سٹیٹ کا۔ یہ بحث مجھے اس اعتبار سے غیر ضروری معلوم ہوتی ہے کہ تصورِ پاکستان کے خالق علامہ محمد اقبال نے سن ۱۹۳۰ کے خطبہ الہ آباد میں اس بحث کو غیر ضروری قرار دے دیا تھا۔ علامہ اقبال نے حیرت انگیز پیش بینی کے ساتھ اپنے خطبہ میں یہ سوال اٹھایا تھا اور پھر اس کا مدلل جواب دے دیا تھا۔ اقبال کا کہنا یہ ہے کہ ان کے زمانے کے مسلمان نوجوانوں نے سیکولرزم کا تصور یورپ سے مستعار لیا ہے۔ اسلام میں اس طرح کا کوئی تصور سرے سے موجود ہی نہیں۔ اقبال کے نزدیک سیکولرزم کا تصور یورپ کے مخصوص تاریخی تجربات سے پھوٹا ہے۔

یورپ کی تاریخ کے ایک خاص دور میں پادریوں نے اپنے لیے خدائی حقِ حکمرانی کا دعویٰ کرکے حکومت پر قبضہ کرلیا اور یوں وہ بہ یک وقت پادری اور بادشاہ بن بیٹھے۔ اس نظامِ حکومت کو تھیا کریسی کا نام دیا گیا۔ اس نظام کے تحت حکمرانی کے خدائی حق کے دعویدار پادریوں نے عوام پر ناقابلِ بیان مظالم ڈھائے اور عیسائیت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ اس سنگین صورتِ حال کے خلاف مارٹن لوتھر نے اپنی

Scanned by CamScanner

احتجاجی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک نے بتدریج زور پکڑا اور یوں پادریوں کے حق حکمرانی یعنی تھیاکریسی کو باطل ثابت کرتے ہوئے زندگی کو دو دائروں میں بانٹ کر رکھ دیا گیا۔ یہ دائرے سیکولر اور سیکرڈ یعنی مادی اور روحانی زندگی کے دو الگ الگ دائرے تھے۔ دنیاوی زندگی کے سیکولر دائرے میں بادشاہوں کا حق حکمرانی تسلیم کیا گیا اور دینی زندگی کے دائرے کو کلیسا تک محدود کرکے پادری کی روحانی حکمرانی کو تسلیم کرلیا گیا۔ زندگی کو دو ٹکڑوں میں بانٹ دینے کے اس عمل نے عیسائیت کو فقط رہبانیت تک محدود کر کے رکھ دیا۔

جب یورپ میں عیسائیت کو ایک خالصتاً راہبانہ نظام بنا کر رکھ دیا گیا تھا تو ترکِ دنیا کا وہ تصور پیدا ہوا جو بالآخر دین اور دنیا، کلیسا اور ریاست اور مادی زندگی اور روحانی زندگی کو دو الگ الگ اور باہم متصادم حصوں میں بانٹ دینے کا سبب بنا۔ اسلام میں اس طرح کی کسی ثنویت کا تصور موجود نہیں ہے، نہ ہی اسلامی تاریخ میں کبھی تھیاکریسی یعنی علماء کے خدائی حق حکمرانی کا کوئی تصور موجود تھا۔ نتیجہ یہ کہ سیکولرزم کا تصور مسلمانوں میں پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اگر خدانخواستہ مسلمانوں کی تاریخ میں تھیاکریسی قائم ہوگئی ہوتی تو پھر اس کے خلاف ردعمل اور ردعمل کے نتیجے میں سیکولرزم کے پیدا ہونے کا امکان بھی ہوسکتا تھا۔ یورپ میں تھیاکریسی قائم ہوئی اس کے خلاف مارٹن لوتھر نے اصلاحِ دین کی تحریک چلائی اور اس تحریک کی کامیابی نے بالآخر عیسائی دنیا میں مذہب کو اجتماعِ زندگی سے بے دخل کر کے فقط فردکی نجی زندگی تک محدود کر دیا۔ اس کے برعکس اسلام ایک اجتماعی نظامِ حیات ہے۔ زندگی ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے اور انسان کو اس مادی دنیا میں زندہ رہ کر اور مادی سرگرمیوں میں مشغول رہ کر روحانی سربلندی کی راہ اپنانے کا درس دیا گیا ہے۔ اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے اقبال نے کہا ہے:-

"To Islam matter is spirit realising itself in space and time."

اقبال نے اپنے سامعین کو خبردار کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس بحث کو فقط نظریاتی بحث نہ سمجھیں بلکہ اس کی عملی معنویت کو پیشِ نظر رکھیں کیونکہ سیکولرزم یا اسلام کے اس سوال کے درست جواب پر ہی برصغیر میں مسلمانوں کی منفرد تہذیبی ہستی کی بقا کا انحصار ہے!

علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد کے آغاز میں ہی یہ سوال اٹھایا تھا کہ کیا مذہب ایک نجی معاملہ ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو فقط ایک اخلاقی نظام کے طور پر باقی رکھیں مگر اس کے سیاسی نظام کو متحدہ ہندوستانی قومیت کی تعمیر کی خاطر ترک کردیں؟ اقبال کے نزدیک یہ سوال برطانوی ہند میں

Scanned by CamScanner

زیادہ سنگین صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یورپ میں مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کے پیشِ نظر اور بھی زیادہ سنگین صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یورپ میں عیسائیت کو ایک خانقاہی نظام کی صورت دے کر مادی زندگی کو روحانی زندگی سے الگ کر دیا گیا۔ وہاں نیکی کا مفہوم ترکِ عمل اور ترکِ دنیا سے عبارت ہو کر رہ گیا۔ اس لیے یورپ کے لوگ مذہب کو فرد کا نجی معاملہ قرار دے کر سیاسی واقتصادی اور معاشرتی وتہذیبی نظاموں کو مذہب کے دائرہ کار سے باہر قرار دیتے ہیں تو یہ بات قابلِ فہم ہے مگر مسلمانوں میں اس طرح کی سوچ ناقابلِ فہم ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہاں دین اور دنیا دو الگ الگ اکائیاں نہیں ہیں بلکہ دین اور دنیا دونوں کا ایک ہی عالم ہے۔ اس لیے:

"The religious ideal of Islam, therefore, is organically related to the social order which it has created. The rejection of the one will eventually involve the rejection of the other. Therefore the construction of a polity on national lines, if it means a displacement of the Islamic principle of solidarity, is simply unthinkable to a Muslim. This is a matter which at the present moment directly concerns the Muslims of India."

یہاں اقبال نے دو باتیں بڑی وضاحت کے ساتھ کی ہیں۔ اول یہ کہ :اسلام کا اخلاقی مسلک، اسلام کے سیاسی مسلک کے ساتھ نامیاتی طور پر مربوط ہے یعنی اخلاقی اور سیاسی ہر دو آئیڈیلز یک جان اور یک قالب ہیں۔ انہیں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر آج ہم متحدہ ہندوستانی قومیت کی تعمیر کی خاطر اسلام کے سیاسی مسلک کو چھوڑ دیں گے تو بالآخر ہمیں اسلام کا اخلاقی مسلک بھی چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ یہ گویا ترکِ اسلام کی راہ ہوگی۔ دوم یہ کہ : ہندی مسلمان یہ راہ ہرگز نہ اپنائیں گے اس لیے ہندو مسلمان متحدہ قومیت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔

اسلامی اخوت ومساوات کے تصورات نے کسی ایک فرد یا کسی ایک گروہ کو حکمرانی کا حق ہرگز نہیں دیا۔ حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری۔ اللہ نے اپنا حقِ حکمرانی اپنے تمام بندوں کو یکساں طور پر منتقل کر رکھا ہے۔ یہ حق مسلمان معاشرے کا ہر فرد استعمال کرتا ہے۔ یہاں علمائے کرام خود کو عامۃ المسلمین کی اجتماعی رائے کے سامنے پیش کرنے کا حق تو رکھتے ہیں مگر محض برگزیدہ عالمِ دین ہونے کی

حیثیت سے انہیں خدا کی طرف سے حکمرانی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ نئی جدید سیاسی اصطلاحات کی روشنی میں مسلمان معاشروں میں تھیا کریسی کا سرے سے کوئی تصور ہی موجود نہیں ہے۔ اسلامی جمہور کے یہ اسلامی تصورات جمہوری نظام سیاست کی تائید کرتے ہیں۔ برطانوی ہند میں مسلمان تعداد میں کم ہیں اور ہندو تعداد میں ان سے کہیں زیادہ ہیں اس لیے ان کی جداگانہ مسلمان شناخت کا قائم رہنا بے حد دشوار ہو کر رہ گیا۔ اس لیے ان کے لیے الگ مملکت کا قیام ضروری ہو گیا ہے۔ عصر رواں میں یہ الگ مملکت صرف قوموں کے حق خود اختیاری کی بنیاد پر ہی قائم کی جا سکتی ہے۔ اس لیے یہ ثابت کرنا ضروری ہو گیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ علامہ اقبال کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے فلسفیانہ استدلال کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک الگ قوم ثابت کر دکھایا۔

اقبال نے ہندی مسلمانوں کو جدید معنوں میں ایک قوم قرار دیا۔ انہوں نے اپنے ہم عصر فرانسیسی مفکر ارنسٹ رینان کا حوالہ دیتے ہوئے روحانی ہم آہنگی کو قومیت کی تشکیل و تعمیر کی بنیاد ٹھہرایا۔ انہوں نے کہا کہ قدیم زمانے میں جب انسان ابھی تہذیب و شائستگی کے اولیں مراحل طے کرنے میں مصروف تھا جغرافیائی اور نسلی بنیادوں پر قومیں وجود میں آتی تھیں مگر آج قومیں اپنے روحانی تصورات کے اشتراک اور اپنے تصور کائنات کی یکسانیت کی بنیاد پر بنتی ہیں۔ آج کا انسان جغرافیائی اور نسلی حد بندیوں سے اوپر اٹھ کر روحانی یگانگت کو اپنی پہچان قرار دیتا ہے۔ ہندوستان میں اسلام نے مسلمانوں کو ایک الگ تہذیبی شناخت بخشی ہے اور اسی جداگانہ تہذیبی شناخت نے انہیں ایک الگ قوم بنا دیا ہے۔ اپنے استدلال پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ:

" The life of Islam as a cultural force in this country very largely depends on its centralisation in a specified territory. This centralisation of the most living portion of the Muslims of India, will eventually solve the problem of India as well as of Asia."

اقبال نے اس سنگین صورتِ حال کا حل ایک جداگانہ مسلمان قومیت کی بنیاد پر مسلمان اکثریت کے علاقوں میں جداگانہ مسلمان ریاستوں کے قیام کی صورت میں پیش کیا۔ ۱۹۳۰ء میں اقبال نے اپنے اسی خطبہ الہ آباد میں بڑے اعتماد کے ساتھ یہ پیش گوئی کر دی تھی کہ برصغیر کے شمال مغرب میں ایک

Scanned by CamScanner

جداگانہ مسلمان مملکت کا قیام مقدر ہو چکا ہے۔ اقبال نے اسلامیانِ ہند کو اپنی تہذیب کی بقا اور ترقی کی خاطر ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرنے کا جو راستہ دکھایا تھا اسے اپنا کر اسلامیانِ ہند نے بالآخر پاکستان اور بنگلہ دیش کی صورت میں دو جداگانہ ریاستیں قائم کر دیں۔ پاکستان جس جداگانہ مسلمان قومیت کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا قیام پاکستان کے بعد اس نے قدرتی طور پر پاکستانی قومیت کا نام پایا۔

## جداگانہ مسلمان قومیت اور اہلِ کتاب

علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد میں جداگانہ مسلمان قومیت پر ممکنہ اعتراضات کا اطمینان بخش جواب بھی دے رکھا ہے۔ اسلامیانِ ہند کو مخالفین کی جانب سے پھیلائے جانے والے فکری انتشار سے خبردار کرتے ہوئے اقبال خود ہی یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جب ترکی اور ایران جیسے ممالک جغرافیائی قومیت کے تصور سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے تو پھر ہندی مسلمان اس تصور سے کیوں خائف ہیں:۔

"Nor should the Muslim leaders and politicians allow themselves to be carried away by the subtle but placid arguments that Turkey and Iran and other Muslim countries are progressing on national, i.e., territorial lines. The Muslims of India are differently situated. The countries of Islam outside India are practically wholly Muslim in population. The minorities there belong, in the language of the Quran, " to the people of the Book". There are no social barriers between Muslims and the " people of the Book". A Jew or a Christian or a Zoroastrian does not pollute the food of a Muslim by touching it, and the law of Islam allows intermarriage with the "people of the Book". Indeed the first practical step that Islam took towards the realisation of a final combination of humanity was to call upon peoples possessing practically the same

Scanned by CamScanner

ethical ideal to come forward and combine". (P-190)

علامہ اقبال اس سوال کا جواب یوں دیتے ہیں کہ ترکی اور ایران کے سے ممالک میں مسلمانوں کی دینی اور تہذیبی ہستی کے مٹ جانے کا کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے کیونکہ ان ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہیں اور یہاں کی اقلیتیں اہلِ کتاب پر مشتمل ہیں۔ ہندوستان کے برعکس ان ممالک میں مسلمانوں اور اہلِ کتاب کے درمیان معاشرتی دیواریں نہیں کھڑی کی گئیں۔ یہودی، عیسائی، زرتشتی اور مسلمان چھوت چھات کا کوئی تصور نہیں رکھتے۔ چنانچہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے کھانے کو چھو کر ناپاک نہیں کرتا بلکہ اسلام کے قوانین اہلِ کتاب کے درمیان شادی بیاہ تک کو جائز ٹھہراتے ہیں۔ اس اعتبار سے ترکی اور ایران کے سے ممالک کی ساری آبادی عملاً مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس کے برعکس The Muslims of India are differently situated. اقلیت میں ہونے کے باعث وہ اس ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر ہیں جو انسانی عدم مساوات پر عقیدۂ عمل پیرا ہے۔ اس لیے ان پر لازم آتا ہے کہ وہ ایک جداگانہ مسلمان قومیت کا تصور اپنا کر ایک الگ اور خودمختار قومی وطن حاصل کریں۔

اپنے استدلال کو قرآن حکیم کی روشنی میں آگے بڑھاتے ہوئے اقبال ہمیں اس آیت کریمہ کی جانب متوجہ کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ کتاب کو یہ دعوت دی ہے کہ وہ اس کلمہ یعنی توحید کی بنیاد پر متحد ہو جائیں جو ان کے درمیان مشترک ہے۔ اہل کتاب کے اس اتحاد کو اقبال پوری انسانیت کے اتحاد کی جانب پہلا قدم قرار دیتے ہیں اور گہرے دکھ کے ساتھ کہتے ہیں کہ :-

"The wars of Islam and Christianity and later, European aggression in its various forms, could not allow the infinite meaning of this verse to work itself out in the world of Islam. To-day it is being gradually realised in the countries of Islam in the shape of what is called Muslim Nationalism." (P-190)

ماضی میں صلیبی جنگوں اور بعدازاں اسلامی ممالک کے خلاف یورپ کی کثیر جہتی جارحیت کے باعث مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مشترک قومیت کا یہ تصور حقیقت کی شکل اختیار نہ کر سکا۔ آج انسانی اتحاد کا یہ مرحلہ اول مسلمان ممالک میں مسلم قومیت کی شکل میں سامنے آنے لگا ہے۔ خطبہ

Scanned by CamScanner

الہ آباد کی روشنی میں غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہندو اور مسلمان تو اپنے باہم متصادم تصور کائنات کی بنیاد پر بے شک دو الگ الگ قومیں ہیں مگر مسلمان اور اہل کتاب ایک ہی قوم ہیں اور مسلمانوں اور اہل کتاب کا توحید کی بنیاد پر یہ اتحاد ایک وسیع تر انسانی اتحاد کا پہلا مرحلہ ہے۔

## تصور پاکستان اور سرزمین پاکستان

اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں جہاں اپنے تصور پاکستان کے فکری اور نظریاتی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے وہاں وہ تصور پاکستان کی جغرافیائی بنیاد کو بھی بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے لائے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اقبال وطن سے محبت کو جزو ایمان تسلیم کرنے کے باوجود اتحاد انسانی کا بنیادی سیاسی اصول نہیں مانتے۔ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی مصطفوی شناخت ہی کو ان کی اصل شناخت قرار دیا ہے۔ آبروئے ما ز نام مصطفیٰؐ است اور اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے۔ بجا اور درست مگر اس کے ساتھ ساتھ اقبال وطنی اشتراک کو اگر وہ روحانی یگانگت کے منافی نہ ہو تو بہت اہمیت دیتے ہیں اقبال نے اپنے اسی خطبۂ الہ آباد میں اس خطہ زمین کو جسے آج پاکستان کہا جاتا ہے ایک الگ جغرافیائی اور تہذیبی وحدت کا نام دیا ہے۔ وادی سندھ کی جداگانہ شخصیت پر روشنی ڈالتے وقت اقبال فرماتے ہیں کہ:۔

"In point of life and civilization the Royal Commissioners find it more akin to Mesopotamia and Arabia than India. The Muslim geographer Mas'udi noticed this kinship long ago when he said: "sind is a country nearer to the dominions of Islam." Sind has her back towards India and face towards Central Asia." (P-186)

یہ خطۂ زمین اپنی زندگی اور تہذیب کے اعتبار سے ہندوستان سے دور مگر بغداد اور دنیائے عرب سے قریب ہے۔ اسی لیے مسلمان جغرافیہ دان مسعودی نے سندھ کو دنیائے اسلام کا ایک حصہ بتایا تھا۔ اقبال کا خیال یہ ہے کہ وادی سندھ کا رخ وسط ایشیا کی جانب ہے اور ہندوستان اس کے عقب میں واقع ہے۔ جب اقبال نے ایک آزاد اور خود مختار مسلمان مملکت کے قیام کو اس علاقے کا آخری

Scanned by CamScanner

مقدر قرار دیا تھا تو یہ جغرافیائی پس منظر بھی ان کے ذہن میں موجود تھا۔

اقبال نے خطبہ الہ آباد میں برطانوی ہند کو ایک ملک کی بجائے ایک برصغیر قرار دیتے ہوئے اسے ایک چھوٹا سا ایشیا قرار دیا تھا اور اسی بنیاد پر کہا تھا کہ جمہوریت کا نظام یہاں اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس برصغیر کے مختلف ممالک کو الگ الگ اور خود مختار ریاستوں میں تقسیم نہیں کر دیا جاتا:۔

"India is Asia in miniature. Part of her people have cultural affinities with nations in the east and part with nations in the middle and west of Asia." (P-168)

چنانچہ انہوں نے لندن کی پہلی راؤنڈ ٹیبل کانفرس کے نتائج کو بڑی جرأت کے ساتھ رد کرتے ہوئے انگلستان کے وزیر اعظم کی ہٹ دھرمی کو درج ذیل الفاظ میں تنقید کا نشانہ بنایا تھا:۔

"Yet the prime Minsiter of England apparently refuses to see that the problem of India is international and not national. Obviously he does not see that the model of British democracy cannot be of any use in a land of many nations." (P-188)

اقبال نے دوٹوک انداز میں کہا تھا کہ برطانوی وزیر اعظم جان بوجھ کر اس حقیقت کے اعتراف سے گریزاں ہیں کہ ہندوستان کا مسئلہ قومی نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے۔ برطانوی جمہوریت کا ماڈل ہندوستان میں اس لیے کام نہیں دے سکتا کہ یہاں ایک نہیں بلکہ بہت سی قومیں آباد ہیں۔اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہیں کہ جسے عرف عام میں دوقومی نظریہ کہا جاتا ہے وہ دراصل کثیر قومی نظریہ ہے۔ اسلامیان ہند نے تو اقبال کے تصور کو اپنا کر قائد اعظم کی قیادت میں اپنے لیے الگ قومی وطن حاصل کر لیا تھا۔اب دیکھنا چاہیے کہ برصغیر کی دوسری قومیں اپنی قومی آزادی اور خود مختاری کی جدوجہد میں کب کامیاب ہوتی ہیں؟

Scanned by CamScanner

## تصور اور تحریک

تصور پاکستان کو حقیقت میں بدلنے کی تحریک کی قیادت کے لیے علامہ اقبال کی نگاہیں گھوم پھر کر فقط ایک شخص پر آ ٹھہرتی تھیں۔ یہ شخص ہمارے قائداعظم محمد علی جناح تھے اقبال خود کو جن کا ایک ادنیٰ سپاہی قرار دینے میں فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری تین برسوں کے دوران قائداعظم سے ان کی فکری و سیاسی رفاقت بہت گہری ہو چلی تھی۔ ایک طویل عرصہ تک فکری تنہائی کا سامنا کرنے کے بعد بالآخر علامہ اقبال فکری رفاقت کی نعمت سے فیض یاب ہوئے اور خوشی میں پکار اٹھے کہ:۔

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے راز داں اور بھی ہیں

زندگی کے آخری دور میں قائداعظم ان کے سب سے بڑے رازداں تھے جن سے وہ چپکے چپکے اسلامیان ہند کے مقدر پر راز و نیاز میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اس زمانے میں ہر دو بانیان پاکستان چونکہ ایک شہر میں نہیں رہتے تھے اس لیے بیشتر یہ گفتگو خط و کتابت کی زبانی ہوا کرتی تھی۔ دونوں نے آپس میں یہ طے کر رکھا تھا کہ ان کی باہمی خط و کتابت صیغۂ راز میں رہے گی۔ اس راز کو قائداعظم نے قرارداد پاکستان کے دو برس بعد ۱۹۴۲ء میں افشا کیا اور Letters of Iqbal to Jinnah کے عنوان سے اپنے نام اقبال کے چند خطوط شائع کر دیے۔ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کے خط میں علامہ اقبال انتخابات میں مسلم لیگ کی شکست کے اسباب سے بحث بھی کرتے ہیں اور شکست کو فتح میں بدلنے کی راہ بھی دکھاتے ہیں:۔

"The League will have to finally decide whether it will remain a body representing the upper classes of Indian Muslims or Muslim masses who have so far, with good reason, taken no interest in it. Personally I believe that a political organisation which gives no promise of improving the lot of the average Muslim cannot attract our masses.

Under the new constitution the higher posts go to the

Scanned by CamScanner

sons of upper classes; the smaller ones go to the friends or relatives of the ministers. In other matters too our political institutions have never thought of improving the lot of muslims generally. The problem of bread is becoming more and more acute. The Muslim has begun to feel that he has been going down and down during the last 200 years. Ordinarily he believes that his poverty is due to Hindu money-lending or capitalism. The perception that it is equally due to foreign rule has not yet fully came to him. But it is bound to come. The atheistic socialism of Jawaharlal is not likely to receive much response from the Muslims. The question therefore is: how is it possible to solve the problem of muslim poverty? And the whole future of the League depends on the League's activity to solve this question. If the League can give no such promises, I am sure the Muslim masses will remain indifferent to it as before. Happily there is a solution in the enforcement of the Law of Islam and its further development in the light of modern ideas. After a long and careful study of Islamic Law I have come to the conclusion that if this system of law is properly understood and applied, at last the right to subsistence is secured to everybody. But the enforcement and development of the Shariat of Islam is impossible in this country without a free Muslim state or states. This has been my honest conviction for many years and I still believe this to

Scanned by CamScanner

be the only way to solve the problem of bread for Muslims as well as to secure a peaceful India. If such a thing is impossible in India, the only other alternative is a civil war which as a matter of fact has been going on for some time in the shape of Hindu-Muslim riots. I fear that in certain parts of the country, e.g. N.-W. India, Palestine may be repeated. Also the insertion of Jawaharlal's socialism into the body-politic of Hinduism is likely to cause much bloodshed among the Hindus themselves. The issue between social democracy and Brahmanism is not dissimilar to the one between Brahmanism and Buddhism. Whether the fate of socialism will be the same as the fate of Buddhism in India I can not say. But it is clear to my mind that if Hinduism accepts social democracy it must necessarily cease to be Hinduism. For Islam the acceptance of social democracy in some suitable form and consistent with the legal principles of Islam is not a revolution but a return to the original purity of Islam. The modern problems therefore are more easy to solve for the Muslims than for the Hindus. But as I have said above in order to make it possible for Muslim India to solve the problems it is necessary to redistribute the country and to provide one or more Muslim states with absolute majorities. Don't you think that the time for such a demand has already arrived?" (P- 16-19)

Scanned by CamScanner

اقبال نے اپنے اس خط میں لکھا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ مسلم لیگ یہ فیصلہ کر گزرے کہ وہ بدستور اونچے طبقے کے مسلمانوں کی نمائندہ ہی بنی رہے گی یا مسلمان عوام کے مصائب و مشکلات کے حل کو اپنے پروگرام کا مرکز و محور بنائے گی۔ اقبال نے دوٹوک اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ اگر اب تک مسلمان عوام نے مسلم لیگ سے کوئی دلچسپی نہیں لی تو اس میں وہ حق بجانب ہیں جب تک مسلم لیگ غریب عوام کے روٹی روزگار کے مسائل کو اپنے سیاسی منشور کا حصہ نہیں بناتی تب تک وہ عوام میں اسی طرح نامقبول ہی رہے گی۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال نے نئے آئین کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ اس آئین کے تحت بلند مناصب تو بالادست طبقے کے وزیروں کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئے ہیں اور کم بلند عہدوں پر وزیروں کے رشتہ داروں اور دوستوں کی اجارہ داری قائم ہوگئی ہے۔ دوسری جانب غریب مسلمانوں کے لیے روٹی کا مسئلہ دن بدن سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر جواہر لال نہرو اپنے بے خدا سوشلزم کے فروغ کے خواب دیکھنے لگے ہیں۔ ان کے یہ خواب خود ہندو معاشرہ مٹی میں ملا دے گا۔ اس بے خدا سوشلزم کے مقابلے میں اسلام کا اقتصادی نظام زیادہ موثر اور مقبول ہو سکتا ہے۔ عہدِ حاضر کے معاشی نظریات کی روشنی میں اسلام کے معاشی نظام کی نئی تشکیل اور نفاذ سے غربت کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے مگر اس سلسلے میں قانون سازی کے لیے ایک الگ مسلمان قانون ساز اسمبلی کا وجود ضروری ہے اور یہ قانون ساز اسمبلی ایک آزاد اور خودمختار مسلمان ملک میں ہی وجود میں آ سکتی ہے۔

اپنے خط کے آخر میں اقبال بابائے قوم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ کے خیال میں وہ وقت نہیں آ پہنچا جب ہم الگ مسلمان مملکت کا مطالبہ پیش کر دیں؟............ بالآخر تین سال سے بھی کم مدت میں وہ وقت آن پہنچا جب اسلامیانِ ہند نے اقبال کے شہر لاہور میں یہ مطالبہ قراردادِ پاکستان کی صورت میں منظور کر ڈالا مگر افسوس کہ اقبال اس وقت اس دارِ فانی کو خیر باد کہہ کر ہم سے دائماً رخصت ہو چکے تھے۔

## حواشی

(۱) دو اقتباسات کو چھوڑ کر باقی تمام تر اقتباسات سید عبدالواحد کی مرتبہ اور شیخ اشرف کی ۱۹۲۴ء میں

Scanned by CamScanner

Thoughts and Relfections of Iqbal :لاہور سے شائع کردہ کتاب

(۲) Letters of Iqbal to Jinnah شیخ محمد اشرف نے ۱۹۴۲ء میں لاہور سے شائع کی تھی۔ بابائے قوم کے نام علامہ اقبال کے خط کا اقتباس اسی کتاب سے لیا گیا ہے۔ کتاب کے Foreword میں بابائے قوم حضرت محمد علی جناح نے اعتراف کیا ہے کہ:

"It was a great achievement for Muslim League that its lead came to be acknowledged by both the majority and minority provinces. Sir Muhammad Iqbal played a very conspicuous part, though at the time not revealed to public, in bringing about this consummation....... I think these letters are of very great historical importance, particularly those which explain his views in clear and unambiguous terms on the political future of Muslim India. His views were substantially in consonance with my own and had finally led me to the same conclusions as a result of careful examination and study of the constitutional problems facing India, and found expression in due course in the united will of Muslim India as adumbrated in the Lahore resolution of the All/India Muslim League, popularly known as the " Pakistan Resolution",passed on 23rd March, 1940."

(۳) جناب عبدالحمید علوی کا مضمون اسلام آباد سے شائع ہونے والے رسالہ :The Concept کے اپریل اور مئی ۱۹۸۱ء کے شمارہ (صفحات ۵ تا ۹) میں شائع ہوا تھا۔

Scanned by CamScanner